قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 02 نومبر 2020ء | 14 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 259

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاک کر اور اس کا مال و متاع برباد کر دے۔‘‘

(بخاری۔کتاب الزکوٰۃ۔باب قول اللہ فاما من اعطی واتقی)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

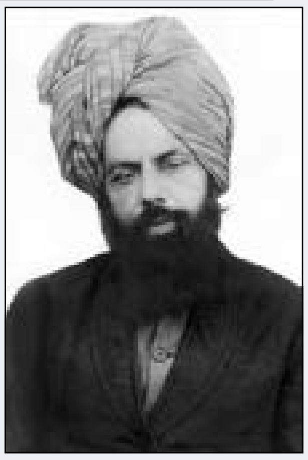

مولیٰ کریم کی رضامندی کا نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کرلو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نص صریح ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران:93) جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو۔ کیا صحابہ کرامؓ مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کے لئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جاکر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہوسکتی ملتا ہے۔ پھر خیال کرو کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولیٰ کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟ بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہوسکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تکلیف کی پروا نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے‘‘۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897صفحہ 79 طبع اول)

مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایسا ہی ہمارے دلی محب مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو اس سلسلہ کی تائید کے لئے عمدہ عمدہ تالیفات میں سرگرم ہیں۔ اور صاحبزادہ پیر جی سراج الحق صاحب نے تو ہزاروں مریدوں سے قطع تعلق کرکے اس جگہ کی درویشانہ زندگی قبول کی۔ اور میاں عبداللہ صاحب سنوری اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اور مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی اور منشی چودہری نبی بخش صاحب بٹالہ ضلع گورداسپورہ، اور منشی جلال الدین صاحب یلانی وغیرہ احباب اپنی اپنی طاقت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔ مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا‘‘۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11۔صفحہ 313اور 314 حاشیہ)

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعِفۡہُ لَکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ

(سورۃ التّغابن: 18)

ترجمہ: اگر اللہ کو قرضہ حسنہ دوگے تو وہ اُس کو تمہارے لئے بڑھا دے گا اور تمہارے لئے بخشش کے سامان پیدا کرے گا اور اللہ بہت قدردان اور ہر بات کو سمجھنے والا ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر تھے اور حضرت امّ ناصر کے والد تھے، ان کے بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ قربانی میں اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ اگر یہ کچھ نہ بھی دیں تب بھی ان کے قربانی کے وہ معیار جو پچھلے ہو چکے ہیں بہت اعلیٰ ہیں، وہ ہی کافی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی مقصد کے لئے تحریک فرمائی تو انہوں نے (ڈاکٹر صاحب نے) اپنی تنخواہ جو اُس وقت ان کو ملی تھی فوری طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پوری کی پوری بھجوا دی۔ اُن کے قریب جو کوئی موجود تھے انہوں نے کہا کہ کچھ اپنے خرچ کرنے کے لئے بھی رکھ لیں، آپ کو بھی ضرورت ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ آج خدا کے مسیح نے دین کی ضرورت کے لئے رقم کا مطالبہ کیا ہے۔ میری ضرورتیں دینی ضرورتوں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ اس لئے یہ ساری کی ساری رقم جو میرے پاس موجود ہے فوری طور پر بھجوا رہا ہوں۔ غرض کہ ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں قربانی کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ ایک دفعہ کسی نے اعتراض کیا کہ حضرت خلیفہ اول کے بعد کوئی ایسا نہیں ہے جو اتنی قربانی کرنے والا ہو تو اس معترض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ’’آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے اور ایسے ہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ آپ اس افتراء کا خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کی یہ بات کر

بقیہ صفحہ 9 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

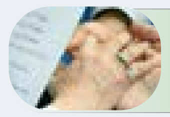

دربارِ خلافت

’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کا نعرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس ہمدردیٔ خلق کے بارے میں اسلام کی یہ کیسی خوبصورت تعلیم ہے۔ کیا اس تعلیم کے دینے والے خدا کو چھوڑ کر اور اس زمانے کے فرستادے کو چھوڑ کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آیا ہم کہیں اور جا کر یہ معیار حاصل کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں کر سکتے۔ پس ہر ایک کے لئے ہماری جو محبت ہے یا نفرت کسی سے نہیں جو ہے یہ ایک آخری مقصد نہیں ہے بلکہ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کو ہمیشہ ہمیں سامنے رکھنا چاہئے اور اسی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

کچھ عرصہ ہوا مجھے احساس ہوا کہ خدمت انسانیت کے لئے ہیومینٹی فرسٹ کے نام سے جو ہمارا ادارہ ہے اس کے کام کرنیوالوں اور شاید انتظامیہ کو یہ خیال ہو گیا ہے کہ دین سے بالکل اپنے آپ کو علیحدہ کرنا ہے اور اگر علیحدہ کر کے خدمت کریں تو شاید ہماری دنیا میں زیادہ آؤ بھگت ہو گی۔ تو میں نے یہاں مرکزی انتظامیہ کو کہا کہ آپ کی اہمیت اس لئے ہے کہ دین سے جڑے ہوئے ہیں۔ جماعت کا کہیں نہ کہیں نام آتا ہے۔ اگر کہیں حسب ضرورت جماعت کا نام بھی استعمال کرنا پڑے تو لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ پیش نظر رہے کہ ہم نے خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے خدمت انسانیت کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرو اس لئے ہم نے خدمت انسانیت کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اپنی عبادتوں کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے خدمت انسانیت کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ انہیں تو یہ بات سمجھ آ گئی لیکن باقی ممالک میں جو ہیومینٹی فرسٹ کی شاخیں ہیں ان کے کارکنوں اور انتظامیہ کو جن میں الا ماشاء اللہ تقریباً سارے احمدی ہی ہیں، یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے کام میں برکت اسی وقت پڑے گی جب خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کریں گے اور اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے والا بنانے کی کوشش کریں گے اور اپنے کاموں کو دعاؤں سے شروع کریں گے۔ اس کے بغیر ہمارے کسی کام میں برکت نہیں پڑ سکتی، چاہے کوئی اپنی عقل سے منصوبہ بندی کرتا رہے۔ بہرحال یہ بات کہنی بھی ضروری تھی اور آج میں نے اسی ضمن میں بات کی ہے کیونکہ میں سوچ رہا تھا کہ کبھی ہیومینٹی فرسٹ کی انتظامیہ کو توجہ دلانے کے لئے کہوں گا، اس کا ذکر کروں گا تو چاہے ضمناً کہہ لیں یا اس تعلق میں کہہ لیں۔ بہرحال اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اور اسی لئے مَیں نے یہ بات بیان کی ہے۔

اب میں ’’محبت سب کے لئے‘‘ کے نعرے کی بات جو میں کر رہا تھا اس کی طرف آتا ہوں۔ اور یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بے شک خدمت خلق اور ہمدردیٔ خلق اور محبت پھیلانے اور دشمنیاں ختم کرنے کی نیکی ایک بہت بڑی نیکی ہے لیکن صرف یہی نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ نعرہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اگر ہمیں یہ خیال آ جائے کہ اگر ہم نے یہ کر لیا تو سب کچھ پا لیا۔

لیکن جیسا کہ پہلے بھی میں بتا آیا ہوں کہ یہ نعرہ اس مقصد کے حصول کا ایک حصہ ہے۔ اس منزل کی طرف بڑھنے کا ایک قدم ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی غلامی میں اس زمانے میں اس کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اور وہ مقصد ہے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا صحیح ادراک پیدا کرنا، خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے تمام احکامات پر چلنے کی کوشش کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا مطمح نظر اور مقصد بنانا اور اس کے حصول کے لئے مقدور بھر کوشش کرنا کیونکہ یہی چیز ہے جس سے ہر قسم کے اعلیٰ اخلاق اور نیکیوں کے حصول کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 9/ مئی 2014ء)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ کَمَا أَحْسَنْتَ خَلْقِی فَأَحْسِنْ خُلُقِی (مسند احمد)

ترجمہ: اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے خوش شکل بنایا ہے اسی طرح خوش اخلاق بھی بنا دے۔

یہ پیارے رسولِ کریم ﷺ کی آئینہ دیکھنے اور حُسن خلق کی دعا ہے۔

پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’یہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بناتا ہے اور ہمیں یہ نہیں پتا کہ کس ذریعہ سے قبول کئے جائینگے۔ اس لئے اس رحم اور فضل کو حاصل کرنے کے لئے اپنی عبادتوں اور اعلیٰ اخلاق کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔ ظاہری حالت بھی اور انسان کے چہرے کے تاثرات بھی اس کے اخلاق کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس بارے میں صحابہ آپ ﷺ کے بارے میں کس طرح بیان کرتے ہیں حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش اخلاق تھے (صحیح بخاری)۔ لوگ خوش شکل ہوں تو تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خدا! جس طرح تو نے مجھے خوش شکل بنایا ہے اسی طرح خوب سیرت بھی بنا دے‘‘۔ (خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 3 اگست 2019)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں۔ دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا! مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 224 مطبوعہ 1893ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30/ اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں مَیں نے عمرو بن جموح کی بیوی ہند کو میدانِ جنگ سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔ مَیں نے پوچھا میدانِ جنگ کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا سب خیریت ہے رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ سامان لدا ہوا تھا۔ آپؓ نے پوچھا یہ کیا ہے تو وہ کہنے لگیں میرے خاوند اور بھائی کی نعشیں ہیں

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 30/ اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم رانا عطاء الرحیم صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا ذکر چل رہا تھا۔ معاذؓ بہت فیاض تھے جس کی وجہ سے آپؓ کو قرض لینا پڑتا۔ ایک مرتبہ قرض خواہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذؓ سے قرض دلوانے کی گزارش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے قرض معاف کرنے کی سفارش فرمائی جس پر بعض لوگوں نے قرض معاف کر دیا پھر حضور ﷺ نے آپؓ کی جائیداد ان لوگوں میں تقسیم فرما دی۔ لیکن تب بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا۔ آنحضرتؐ نے جب معاذؓ کو نمائندہ اور قاضی بنا کر قرآن اور دین سکھانے کے لیے یمن کی طرف بھجوا دیا تو اجازت مرحمت فرمائی کہ اگر کوئی ہدیہ دے تو قبول کر لینا۔ اس موقعے پر حضور ﷺ نے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ شاید معاذؓ کی حضور ﷺ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو۔ یہ سُن کر معاذؓ زار و قطار رونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے میرے نزدیک ترین متقی ہیں چاہے وہ کوئی بھی اور کہیں ہوں۔ یمن کے عاملین زکوٰۃ اکٹھی کر کے حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھجوایا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو لوگوں کے درمیانے درجے کے مال میں سے صدقہ لینے اور مظلوم کی آہ سے بچنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی۔

آپؓ کے پاؤں میں لنگڑاہٹ تھی چنانچہ جب یمن پہنچ کر آپؓ نے نماز کی امامت فرمائی تو اپنی ٹانگ پھیلا دی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر اسی طرح اپنے پاؤں پھیلا دیے۔ نماز کے بعد حضرت معاذؓ نے لوگوں کے جذبۂ اطاعت کی تعریف کی اور اپنی مجبوری بتا کر سمجھایا کہ یہ سنّت نہیں ہے۔ آپؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی اجازت سے ہدیے قبول کیے اور اللہ تعالیٰ کے مال سے تجارت کی۔

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کی کہ معاذؓ کو جو اجازت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اس کی ضرورت اب ختم ہو گئی ہے لہٰذا اب آپؓ انہیں واپس بلوا لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اجازت کو ختم کرنا مناسب نہ سمجھا چنانچہ حج کے موقعے پر حضرت عمرؓ کی جب معاذؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے معاذؓ کو سمجھایا۔ پہلے تو آپؓ نے انکار کیا لیکن کچھ عرصے بعد معاذؓ نے ایک خواب دیکھا کہ آپؓ ڈوب رہے ہیں اور عمرؓ آپؓ کو بچاتے ہیں۔ چنانچہ اس خواب کی بنا پر آپؓ حضرت عمرؓ کی بات کے قائل ہو گئے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہاں مزید وضاحت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تک انہیں اس طرف متوجہ نہیں کیا جب تک حضرت معاذؓ کی ضرورت پوری نہ ہو گئی۔ جب قرضے اتر گئے اور کشائش پیدا ہو گئی تو خدا تعالیٰ نے خود توجہ دلا دی کہ اب تم نہ ہدیہ لے سکتے ہو اور نہ بیت المال میں سے خرچ کر سکتے ہو۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو گا تو کیسے فیصلہ کرو گے۔ آپؓ نے کتاب اللہ پھر سنّتِ رسول ﷺ اور پھر ذاتی اجتہاد کی نسبت عرض کیا تو رسولِ خدا ﷺ نے اس پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو ناز و نعم کی زندگی سے بچنے، اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، مریضوں کی عیادت اور بیواؤں اور مساکین کی خبر گیری نیز لوگوں سے عمدہ اخلاق سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی۔

حضورِ انور نے دورِ حاضر کے مسلمانوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل چیز تو میلاد النبی ﷺ منانے کی یہ ہے کہ آپؐ کے اسوے اور نصائح پر عمل کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے اہلِ یمن کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ مَیں نے تم پر اپنے لوگوں میں سے بہترین صاحبِ علم اور صاحبِ دین شخص کو حاکم بنایا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو شرک سے اجتناب، والدین کی فرمانبرداری، فرض نماز کو جان بوجھ کر ترک نہ کرنے، شراب اور گناہ سے بچنے، دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرنے، طاعون جیسی وبا کی جگہ سے نہ نکلنے اور اپنے اہل و عیال پر طاقت کے مطابق خرچ کرنے نیز انہیں خوفِ خدا دلاتے رہنے کی نصائح فرمائیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ 9/ ہجری تا 11/ ہجری یمن میں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو ایک غلام کے ذریعے چار سَو دینار بھجوائے اور اسے تاکید کی کہ دیکھنا معاذؓ ان دینار کا کیا کرتے ہیں۔ آپؓ نے کھڑے کھڑے وہ تمام دینار تقسیم کر دیے؛ آپؓ کی اہلیہ نے کہا کہ ہم بھی مسکین ہیں کچھ گھر کے لیے بھی رکھ لیں اس پر آپؓ نے باقی ماندہ دو دینار اپنی اہلیہ کی طرف اچھال دیے۔ جب یہ بات حضرت عمرؓ کو معلوم ہوئی تو آپؓ بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح ایک موقعے پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت قریب آ جائے اور ابوعبیدہ بن جرّاحؓ بھی فوت ہو چکے ہوں تو مَیں معاذ بن جبلؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں گا اور اگر میرے ربّ نے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں خلیفہ مقرر کیا تو کہوں گا کہ مَیں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے لائے جائیں گے۔

جنگِ یرموک 15/ ہجری میں آپؓ میمنہ کے ایک حصّے کے افسر تھے۔ عیسائیوں کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ مسلمانوں کے ایک بار پاؤں اکھڑ گئے۔ اس نازک صورتِ حال میں معاذ بن جبلؓ اور آپؓ کے بیٹے نے بڑی شجاعت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا چنانچہ مسلمان سنبھل گئے اور فتح مسلمانوں کا مقدر بنی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں۔ آپؓ دونوں میں اتنا انصاف کرتے کہ جب باری کے مطابق ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے پاس پانی تک نہ پیتے۔ یہ دونوں بیویاں شام میں وبائی مرض سے فوت ہو گئیں۔ دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کرتے وقت آپؓ نے قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو قبر میں داخل کریں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپؓ رونے لگے اور فرمایا کہ مَیں موت کے غم یا دنیا پیچھے چھوڑے جانے کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ مَیں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ جنتی اور دوزخی دو گروہ ہوں گے اور مَیں نہیں جانتا کہ مَیں کس گروہ میں اٹھایا جاؤں گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو گا لیکن پھوڑوں اور پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلّط ہو جائے گی۔ اللہ اس کے ذریعے لوگوں کو شہادت عطا فرمائے گا اور ان کے اعمال کا تزکیہ کرے گا۔ چنانچہ جب حضرت معاذؓ کی شہادت کی انگلی پر طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی تو فرماتے تھے کہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ ملنا بھی پسند نہیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے 18/ ہجری میں تینتیس، چونتیس یا اڑتیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

اگلے صحابی حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا ذکر حضورِ انور نے فرمایا۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ ہجرتِ نبوی کے وقت آپؓ کی عمر چالیس برس تھی۔ آپؓ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد تھے۔ آپؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے اور آنحضور ﷺ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آپؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ آپؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقعے پر جب مدینے سے آنے والے مخلصین خفیہ طور پر رسول خدا ﷺ سے ملنے کے لیے گئے تو انہوں نے عبد اللہ بن عمروؓ سے کہا کہ اے ابو جابر! آپؓ ہمارے سرداروں اور شرفا میں سے ایک ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پس آپ نے اسلام کی اس دعوت کو قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعتِ عقبہ میں شامل ہوئے اور نقیب مقرر کیے گئے۔

حضورِ انور نے ’سیرت خاتم النبیین‘ کے حوالے سے بیعتِ عقبہ ثانیہ کی کچھ تفصیل بیان فرمائی۔ 13/ ہجری، ذو الحجہ کے مہینے میں حج کے موقعے پر اوس اور خزرج کے ستّر افراد مکّے میں نصف شب کے قریب آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے اس موقعے پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کچھ مختصر تشریح فرمائی نیز فرمایا کہ مَیں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ معاملہ کرو۔

غزوۂ احد کے موقعے پر عبد اللہ بن ابی بن سلول نے غدّاری کی تو حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے اسے سمجھانے اور نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خلافت سے دو تین سال قبل جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی بہن یعنی عمرو بن جموحؓ کی اہلیہ بھی اپنے بھائی کی طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سراپا رنگین تھیں۔ خاوند، بھائی، بیٹا جنگ میں شہید ہو گئے لیکن آنحضور ﷺ کی سلامتی کی خوشی ان سب غموں پر غالب آ گئی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں مَیں نے عمرو بن جموح کی بیوی ہند کو میدانِ جنگ سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔ مَیں نے پوچھا میدانِ جنگ کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا سب خیریت ہے رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ سامان لدا ہوا تھا۔ آپؓ نے پوچھا یہ کیا ہے تو وہ کہنے لگیں میرے خاوند اور بھائی کی نعشیں ہیں۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا۔ آپؓ کا رنگ سرخ، قد زیادہ لمبا نہ تھا جبکہ سر کے اگلے حصّے پر زیادہ بال نہ تھے۔ خطبے کے آخر میں حضورِ انور نے فرمایا کہ ان کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 09/ اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

کیا خوش قسمت ہیں یہ لوگ جو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے تھے اور اگلے جہان میں بھی اس کی رضا حاصل کرنے والے ہیں

امین الامّت، عشرہ مبشرہ کی بشارت پانے والے، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

تین مرحومین پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب شہید آف پشاور، عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب طالبِ علم جامعہ احمدیہ جرمنی اور مکرم سلیم احمد ملک صاحب استاد جامعہ احمدیہ یو کے کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبے میں حضرت ابو عبیدہؓ کا ذکر ہو رہا تھا آج بھی اس کا بقیہ حصہ بیان ہو گا۔

جنگِ یرموک جو جنگ تھی وہ یرموک جو شام کے نواحی علاقے میں ایک وادی کا نام ہے اس کے نام کی وجہ سے یہ یرموک تھی۔ 15/ ہجری میں شام میں سب سے بڑا معرکہ یرموک کی وادی میں دریائے یرموک کے کنارے ہوا۔ رومی لوگ بَاھَانْ کی قیادت میں اڑھائی لاکھ کے قریب جنگجو میدان میں لائے جبکہ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی جن میں ایک ہزار صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ان میں ایک سو کے قریب بدری صحابہ تھے۔

مشورے کے بعد مسلمانوں نے عارضی طور پر حِمْص میں سے اپنی فوجوں کو واپس بلایا اور وہاں کے عیسائیوں سے کہا کہ چونکہ ہم عارضی طور پر تمہاری حفاظت سے دست کش ہو رہے ہیں لہٰذا تمہارا جزیہ تمہیں واپس کیا جاتا ہے۔ جو ٹیکس ان سے لیا جاتا تھا واپس کیا جاتا ہے کیونکہ جس مقصد کے لیے یہ جزیہ لیا جا رہا ہے وہ تمہارے کام ہم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حمص والوں کو ان کا جزیہ واپس کیا گیا۔ یہ رقم کئی لاکھ کی تھی۔ جب یہ رقم انہیں واپس کی گئی تو عیسائی مسلمانوں کی حقیقت پسندی اور انصاف کی وجہ سے روتے تھے اور گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر دعائیں کرتے تھے کہ اے رحم دل مسلمان حکمرانو! خدا تمہیں پھر واپس لائے۔ مسلمانوں کے حمص سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے رومیوں کی ہمت اَور بھی بڑھ گئی اور وہ ایک عظیم لشکر کے ساتھ یرموک پہنچ کر مسلمانوں کے مقابلے پر خیمہ زن ہوئے لیکن دل میں وہ مسلمانوں کے جوشِ ایمانی سے خائف بھی تھے اس لیے صلح کے بھی متمنّی تھے، کوشش کر رہے تھے کہ صلح بھی ہو جائے۔ رومیوں کے سپہ سالار بَاھَان نے جارج نامی رومی قاصد کو اسلامی لشکر کی طرف بھیجا۔ جب وہ اسلامی لشکر میں پہنچا تو مسلمان مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے مسلمانوں کو خشوع و خضوع اور خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ اس نے حضرت ابو عبیدہؓ سے چند سوالات کیے جن میں سے ایک یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی کہ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

(النساء: 172)

کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ یقیناً مسیح عیسیٰ ابنِ مریم محض اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف اتارا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور تین مت کہو۔ باز آؤ کہ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ یقیناً اللہ ہی واحد معبود ہے۔ وہ پاک ہے اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بحیثیت کارساز اللہ بہت کافی ہے۔

پھر اس کے بعد اگلی آیت پڑھی۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ

(النساء: 173)

مسیح ہرگز اس امر کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اسے برا منائیں گے۔

جارج نے جب قرآن کریم کی اس تعلیم کو سنا تو پکار اٹھا کہ بے شک مسیح کے یہی اوصاف ہیں اور کہا کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے اور مسلمان ہو گیا۔ جو نمائندہ بن کے آیا تھا اب وہ اپنے لشکر میں واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان ہو گا اس لیے تم واپس جاؤ اور فرمایا کہ کل جو سفیر یہاں سے جائے گا اس کے ساتھ آ جانا۔ عیسائی لشکر کو حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلام کی دعوت دی اور اسلامی مساوات، اخوت اور اسلامی اخلاق کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اگلے دن حضرت خالدؓ ان کی طرف گئے مگر نتیجہ لاحاصل رہا اور جنگ کی تیاری شروع ہو گئی۔ لشکر کے پیچھے مسلمان خواتین تھیں جو جنگ میں لشکریوں کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی دیکھ بھال کرتیں اور غازیوں کو جوش دلاتی تھیں۔ ان عورتوں میں حضرت اَسماء بنتِ ابوبکرؓ، حضرت ہند بنتِ عُتبہؓ، آپ حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی تھیں اور فتح مکہ کے موقعے پر مسلمان ہوئی تھیں، حضرت اُمِّ اَبان وغیرہ تھیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جنگ سے پہلے مسلمان خواتین کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مجاہدات! خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر ہاتھوں میں لے لو۔ پتھروں سے اپنی جھولیاں بھر لو اور مسلمانوں کو قتال کی ترغیب دو۔ ان کو کہو آج تمہارا مقابلہ ہے اور تم نے پیٹھ نہیں دکھانی۔ اگر کامیاب ہوتا دیکھو تو اپنی جگہ پر ہی بیٹھی رہنا۔ اگر دیکھو کہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے ہیں تو ان کے مونہوں پر چوبیں مارنا اور پتھر برسا کر انہیں میدان جنگ میں واپس بھیجنا اور اپنے بچے اوپر اٹھانا اور ان سے کہنا کہ جاؤ اور اپنے اہل و عیال اور اسلام کی خاطر جانیں دو۔ اس کے بعد آپؓ مردوں سے یوں مخاطب ہوئے۔ اللہ کے بندو! خدا کی مدد کے لیے آگے بڑھو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! صبر کرو کہ صبر ہی کفر سے نجات کا ذریعہ، خدا کو راضی کرنے کا سبب اور عار کو دھونے والا ہے۔ اپنی صفوں کو مت توڑنا، لڑائی کی ابتدا تم نہ کرنا، نیزوں کو تان لو، ڈھالوں کو سنبھال لو اور زبانوں کو خدا کے ذکر سے تر رکھو تا خدا اپنی منشا کو پورا کرے۔ لڑائی کی ابتدا نہیں کرنی لیکن جب جنگ، حملہ ہو جائے تو پھر پیٹھ نہیں دکھانی۔

دشمنوں کے لشکر کے آگے اس وقت سونے کی صلیب تھی اور ان کے اسلحے کی چمک آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ دوسرے وہ سر سے لے کے پیر تک لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے یعنی زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس دن اپنے پیروں میں بیڑیاں بھی پہن لی تھیں کہ ہم میدانِ جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ یا مار دیں گے یا مر جائیں گے۔ پادری انجیل کے اقتباسات پڑھ کر انہیں جوش دلا رہے تھے۔ لشکرِ کفار سمندر کی لہروں کی طرح آگے بڑھا۔ دو اڑھائی لاکھ کی فوج تھی۔ یہ صرف تیس ہزار تھے۔ اور جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں رومیوں کا پلڑا بھاری رہا اور انہوں نے مسلمانوں کو دھکیلنا شروع کیا۔

عیسائیوں نے مخفی طور پر یہ پتہ کرا لیا تھا کہ مسلمانوں میں صحابی کون کون سے ہیں اور پھر انہوں نے اپنے کچھ تیر انداز ایک ٹیلے پر بٹھا دیے اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ اپنے تیروں سے خصوصیت کے

ساتھ صحابہ کو نشانہ بنائیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب بڑے بڑے لوگ مارے گئے تو باقی فوج کے دل خود بخود ٹوٹ جائیں گے اور وہ میدان سے بھاگ جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی صحابہ مارے بھی گئے اور کئی کی آنکھیں بھی ضائع ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھی تو عکرمہ، ابوجہل کے بیٹے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے، جنہوں نے فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کی تھی کہ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے تلافیٔ مافات یعنی پہلے گزرے ہوئے واقعات کی تلافی کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی کہ صحابہ بہت بڑی خدمات کر چکے ہیں۔ اب ہم جو بعد میں آئے ہیں ہمیں ثواب حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔ ہم لشکر کے قلب میں یعنی درمیان والے حصہ میں حملہ کریں گے اور عیسائی جرنیلوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔ اس طرح تو جتنے نوجوان جائیں گے وہ سب مارے جائیں گے۔ عکرمہؓ نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہم نوجوان بچ جائیں اور صحابہ مارے جائیں۔ اب مسلمان ہوئے تو ایک ایمانی جوش تھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر جان قربان کرنے کی ایک تڑپ تھی۔ عکرمہؓ نے بار بار یہ اجازت چاہی کہ وہ چار سو سپاہیوں کے ساتھ دشمن کے لشکر کے مرکزی حصہ پر حملہ کریں۔ آخر حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کے اصرار پر انہیں اجازت دے دی۔ اس پر انہوں نے لشکر کے مرکزی حصے پر حملہ کیا اور اسے شکست دے دی لیکن اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نوجوان شہید ہو گئے اور مسلمان رومیوں کو ان کی خندقوں کی طرف دھکیلتے ہوئے لے گئے جو ان رومیوں نے اپنے پیچھے بنائی ہوئی تھیں۔ چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا بھی ہوا تھا تا کہ کوئی دوڑ نہ سکے اس لیے وہ پے در پے ان خندقوں میں گرتے گئے۔ ایک گرتا تھا تو دس اور بھی لے کے ساتھ ہی گرتا تھا۔ اسّی ہزار کفار پیچھے ہٹتے ہوئے دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے۔ ایک لاکھ رومیوں کو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں قتل کیا۔ مسلمان تین ہزار کے قریب شہید ہوئے۔ یہ تھی جنگ یرموک۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب، جلد 2 صفحہ 21 تا 25) (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 181)

(معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۴۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعودؓ خاص طور پر اس کے خاتمے کے وقت کے بارے میں کچھ بیان فرماتے ہیں کہ جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمانوں نے خاص طور پر عکرمہؓ اور ان کے ساتھیوں کو تلاش کیا تو کیا دیکھا کہ ان آدمیوں میں سے بارہ شدید زخمی ہیں۔ ان میں ایک عکرمہ بھی تھے۔ ایک مسلمان سپاہی ان کے پاس آیا اور عکرمہ کی حالت دیکھی، بڑی خراب تھی۔ اس نے کہا اے عکرمہ! میرے پاس پانی کی چھاگل ہے تم کچھ پانی پی لو۔ عکرمہؓ نے منہ پھیر کر دیکھا تو پاس ہی حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت فضلؓ زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ عکرمہؓ نے اس مسلمان سے کہا کہ میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مدد کی جب مَیں آپؐ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مر جائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا ایک نیا جذبہ پیدا ہوا تھا۔ اس لیے پہلے انہیں یعنی حضرت فضل بن عباسؓ کو پانی پلا لو۔ اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔ وہ مسلمان حضرت فضلؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ پہلے اسے پانی پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اس زخمی کے پاس گیا تو اس نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے پہلے اسے پلاؤ پانی۔ اس طرح وہ جس سپاہی کے پاس جاتا وہ اسے دوسرے کے پاس بھیج دیتا اور کوئی نہ پیتا جب وہ آخری زخمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ وہ واپس دوسرے کی طرف آیا یہاں تک کہ عکرمہ تک پہنچا مگر وہ سب فوت ہو چکے تھے۔

(ماخوذ از ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 230-231)

شام کے لوگ مختلف مذاہب کے پیرو تھے۔ زبانوں کا اختلاف تھا۔ ان کی نسلیں مختلف تھیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جرّاح نے ان میں عدل و مساوات قائم کیا۔ داخلی امن و سکون بحال کیا۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی دی اور اس اسلامی روح کو جاری کیا کہ تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور سب بھائی بھائی ہیں اور ان میں انسان ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں یعنی بعض دفعہ یہ بھی غلط الزام لگایا جاتا ہے کہ زبردستی مسلمان بنایا۔ آپؓ نے ان رومیوں کو مذہبی آزادی دی۔ قبیلوں کی پہچان کروائی۔ امن سکون قائم فرمایا۔ مذہبی آزادی قائم فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہؓ ہی کی کوششوں سے جو عرب لوگ شام میں آباد تھے اور عیسائی مذہب کے پیرو تھے اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ تبلیغ سے آئے، طاقت سے نہیں آئے۔ یا اس کے علاوہ مسلمانوں کا نمونہ دیکھ کے آئے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ رومی اور عیسائی بھی آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ یرموک کی فتح سے چند روز قبل حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہو گیا، آپؓ کی وفات ہو گئی اور حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے شام کی نگرانی اور فوجوں کی قیادت حضرت ابو عبیدہؓ کے سپرد کی۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت عمرؓ کی اس تقرری کا خط پہنچا تو اس وقت جنگ پورے زوروں پر تھی اس لیے حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کا اظہار نہ کیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب اس کا علم ہوا کیونکہ حضرت خالد بن ولیدؓ اس وقت کمانڈر تھے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا اس لیے کہ ہم دشمن کے بالمقابل تھے اور مَیں کسی طرح آپ کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا۔ جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو حضرت خالد کا لشکر عراق واپس جانے لگا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو کچھ دیر اپنے پاس روکے رکھا۔ جب حضرت خالدؓ روانہ ہونے لگے تو انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ اس امّت کے امین تمہارے والی ہیں یعنی حضرت ابو عبیدہؓ۔ اس پر ابو عبیدہؓ نے فرمایا مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خالد بن ولید خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ غرض اس طرح محبت اور احترام کی فضا میں دونوں قائد ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 26-27)

یہ ہے مومن کا تقویٰ کہ نہ نام کی خواہش، نہ نمود کی خواہش، نہ کسی افسری اور عہدے کی خواہش۔ مقصد ہے تو صرف ایک کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کی جائے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم کی جائے۔ پس یہ لوگ جو ہیں یہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ اور ہر عہدے دار کو بلکہ ہر احمدی کو ان باتوں کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

فتح بیت المقدس کا واقعہ بیان ہوتا ہے۔ اس کا بھی تعلق حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر فلسطین کی طرف بڑھا۔ انہوں نے جب فلسطین کے شہروں کو فتح کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابو عبیدہؓ کا لشکر بھی ان سے آن ملا۔ عیسائیوں نے قلعہ بندی سے تنگ آ کر صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ خود حضرت عمرؓ آ کر صلح کا معاہدہ کریں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے عیسائیوں کی اس پیشکش کو حضرت عمرؓ تک پہنچایا، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے امیر مقرر فرما کر ربیع الاول 16/ ہجری کو مدینے سے روانہ ہو کر جابیہ مقام پر جو دمشق کے مضافات میں ایک بستی ہے وہاں پہنچے جہاں قائدین نے آپ کا استقبال کیا، وہاں قائدین موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا یا امیر المومنینؓ! آپؓ کی مراد کون ہے؟ آپؓ نے فرمایا ابو عبیدہؓ۔ عرض کیا گیا کہ ابھی آتے ہیں۔ اتنے میں حضرت ابو عبیدہؓ اونٹنی پر سوار ہو کر آئے اور سلام عرض کر کے خیریت دریافت کی۔ حضرت عمرؓ نے باقی سب لوگوں کو جانے کے لیے کہا اور خود حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ گھر پہنچ کر دیکھا کہ وہاں صرف ایک تلوار، ڈھال، چٹائی اور ایک پیالے کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابو عبیدہؓ! کچھ سامان بھی مہیا کر لیتے۔ گھر میں کچھ تو سامان رکھنا چاہیے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے عرض کی یا امیر المومنین! یہ ہمیں آسائش کی طرف مائل کر دے گا۔ اگرچہ میں سامان تو مہیا کر سکتا ہوں لیکن پھر آسائشوں اور سہولتوں کو دیکھ کر انہی چیزوں میں پڑ جاؤں گا۔ اس لیے مَیں نہیں چاہتا کہ ایسی چیزیں رکھوں۔ اس موقع پر حضرت بلالؓ کی اذان کا ایک روح پرور واقعہ بھی پیش آیا۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اذان نہ دیتے تھے۔ اس موقعے پر ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اصرار کیا کہ وہ حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیں۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے جب اذان دی تو سب آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور لوگوں میں سب سے زیادہ حضرت عمرؓ روئے کیونکہ اس اذان نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کرا دیا۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 28 تا 30)

(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رومیوں کی آخری کوشش کے بارے میں لکھا ہے کہ 17/ ہجری میں رومیوں نے مسلمانوں سے شام

واپس لینے کے لیے ایک آخری کوشش کی اور شمالی شام، الجزیرہ، شمالی عراق اور آرمینیا کے کردوں، بدوؤں، عیسائیوں اور ایرانیوں نے ہرقل سے اپیل کی کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی جائے۔ انہوں نے اپنی طرف سے تیس ہزار کے لشکر کی پیشکش کی۔ گوکہ اس وقت تک الجزیرہ کا اکثر حصہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فتح کرلیا تھا مگر تاہم وہاں کے بدوؤں پر ابھی تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا اور قیصرِ روم کی بحری طاقت ابھی برقرار تھی۔ اس نے موقعے کو غنیمت جانا اور ایک بڑی بحری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا جبکہ بدوی قبائل کے ایک عظیم لشکر نے حِمص کا محاصرہ کرلیا اور شمالی شام کے کچھ شہروں نے بغاوت کر دی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو امدادی کمک کے لیے لکھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فوراً کوفہ سے امدادی فوج بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے قَعقَاع بن عمرو کی زیرِ سرکردگی ایک فوج کوفہ سے روانہ کی مگر اس کے باوجود رومی لشکر اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد میں بہت زیادہ فرق تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا اور فرمایا کہ مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا اور اگر زندہ بچا تو ملک و مال اس کو ملے گا اور اگر مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ مشرک نہ ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ دونوں گروہوں میں جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے مقابلے میں تھوڑی ہی دیر میں رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ مَرْجُ الدِّیْبَاج جو شام کے سرحدی علاقے پر ایک شہر مَصِّیْصَۃ ہے اس سے دس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی وادی کا نام ہے وہاں تک بھاگتے چلے گئے اور اس کے بعد کبھی قیصر کو شام کی طرف پیش قدمی کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 816-817، البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 2000ء)
(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین ندوی جلد 2 صفحہ 131، دارالاشاعت اردو بازار کراچی پاکستان)
(معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۱۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

طاعونِ عَمْوَاس: یہ بھی ایک جگہ ہے جو رملہ سے بیت المقدس کے راستے پر چھ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ اسے طاعون عمواس اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں سے اس مرض کا آغاز ہوا تھا۔ اس مرض سے شام میں لاتعداد اموات ہوئیں۔ بعض کے نزدیک اس سے پچیس ہزار کے قریب اموات ہوئیں۔ اس کی تفصیل بخاری کی ایک روایت میں ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ سَرْغ مقام یعنی سرغ وہ ہے جو شام اور حجاز کے سرحدی علاقے میں وادی تبوک کی ایک بستی ہے جو مدینے سے تیرہ راتوں کی مسافت پر ہے۔ پرانی تاریخوں میں اس طرح ہی لکھا ہوتا تھا۔ اس کا مطلب کوئی ہزار میل کے قریب ہوگا، وہاں پہنچے تو آپؓ کی ملاقات فوجوں کے امراء حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ شام کے ملک میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے پاس مشورے کے لیے اوّلین مہاجرین کو بلایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ کیا مگر مہاجرین میں اختلاف رائے ہوگئی۔ بعض کا کہنا تھا کہ یہاں سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے جبکہ بعض نے کہا کہ اس لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ شامل ہیں اور ان کو اس وبا میں ڈالنا مناسب نہیں۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو واپس بھجوا دیا اور انصار کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا مگر انصار کی رائے میں بھی مہاجرین کی طرح اختلاف ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے انصار کو بھجوایا اور پھر فرمایا کہ قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے۔ ان کو بلایا گیا۔ انہوں نے ایک زبان ہو کر مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لَوٹ چلیں اور وبائی علاقے میں لوگوں کو نہ لے کے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے ان لوگوں میں واپسی کا اعلان کروا دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس موقع پر سوال کیا کہ اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا اے ابوعبیدہؓ! کاش تمہارے علاوہ کسی اَور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار ہوتے ہوئے اللہ ہی کی تقدیر کی طرف جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک تقدیر سے دور جا رہے ہیں لیکن دوسری تقدیر بھی اللہ کی ہے اس طرف جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ان کو لے کر ایسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز ہو اور دوسرا خشک ہو تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر تم اپنے اونٹوں کو سرسبز جگہ پر چراؤ تو وہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر تم ان کو خشک جگہ پر چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آ گئے جو پہلے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس اس مسئلے کا علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں کوئی وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر کوئی مرض کسی ایسی جگہ پر پھوٹ پڑے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے باہر بھی مت نکلو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یُذکر فی الطاعون حدیث نمبر ۵۷۲۹)
(معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۱۷۷-۱۷۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

طاعون عمواس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لے گئے اور وہاں طاعون پڑ گئی جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے اور حضرت ابوعبیدہؓ اور اسلامی لشکر نے آپ کا استقبال کیا تو اس وقت صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت علاقہ میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس لیے آپ کو واپس تشریف لے جانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے مشورہ کو قبول کر کے فیصلہ کرلیا کہ آپ واپس لوٹ جائیں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ ظاہر پر بڑا اصرار کرنے والے تھے۔ انہیں جب اس فیصلہ کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ أَتَفِرُّ مِنَ الْقَضَاءِ کیا آپ قضائے الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا أَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ۔ مَیں اللہ تعالیٰ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فیصلہ ہے اور ایک عام فیصلہ۔ یہ دونوں فیصلے اسی کے ہیں۔ کسی اَور کے نہیں۔ پس میں اس کے فیصلہ سے بھاگ نہیں رہا بلکہ اس کے ایک فیصلہ سے اس کے دوسرے فیصلہ کی طرف جا رہا ہوں۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب طاعون کی خبر ملی اور آپؓ نے مشورہ کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا تو آپؓ نے دریافت فرمایا کہ شام میں تو پہلے بھی طاعون پڑا کرتی ہے۔ پھر لوگ ایسے موقع پر کیا کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب طاعون پھیلتی ہے تو لوگ بھاگ کر اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں اور طاعون کا زور ٹوٹ جاتا ہے‘‘ یعنی بجائے شہر میں رہنے کے اردگرد کے علاقوں میں باہر کھلی جگہوں پر چلے جاتے ہیں۔ ’’اسی مشورہ کی طرف آپؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک عام قانون بھی بنایا ہوا ہے کہ جو شخص طاعون کے مقام سے بھاگ کر اِدھر اُدھر کھلی ہوا میں چلا جائے وہ بچ جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ قانون بھی خدا تعالیٰ کا ہی بنایا ہوا ہے تو میں اس کے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کر رہا بلکہ اس کی قضا سے قدر کی طرف لوٹ رہا ہوں۔ یعنی خدا تعالیٰ کے خاص قانون کے مقابلہ میں اس کے عام قانون کی طرف جا رہا ہوں۔ پس تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں بھاگ رہا ہوں۔ میں صرف ایک قانون سے اس کے دوسرے قانون کی طرف جا رہا ہوں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 170-171)

حضرت عمرؓ مدینہ واپس آ گئے مگر آپؓ کو طاعون کے پھیلنے کی وجہ سے بہت گھبراہٹ اور پریشانی تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط بھجوایا کہ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے اس لیے جب تمہیں یہ خط پہنچے تو فوراً مدینے کے لیے روانہ ہو جانا۔ اگر خط رات کو پہنچے تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا اور اگر خط صبح پہنچے تو رات ہونے کا انتظار نہ کرنا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے جب وہ خط پڑھا تو کہنے لگے کہ مَیں امیر المومنین کی ضرورت کو جانتا ہوں۔ اللہ حضرت عمرؓ پر رحم کرے کہ وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو باقی رہنے والا نہیں ہے۔ سمجھ گئے کہ کیا گھبراہٹ ہے؟ کس وجہ سے ہے؟ پھر اس خط کا جواب دیا کہ یا امیر المومنین! میں آپؓ کی منشا کو سمجھ گیا ہوں۔ مجھے نہ بلائیے۔ یہیں رہنے دیجیے۔ مَیں مسلمان سپاہیوں میں سے ایک ہوں۔ جو مقدّر ہے وہ ہو کر رہے گا۔ مَیں ان سے کیسے منہ موڑ سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے جب وہ خط پڑھا تو آپؓ رو پڑے۔ مہاجرین میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا یا امیر المومنین! کیا حضرت ابوعبیدہؓ فوت ہو گئے۔ آپؓ نے فرمایا نہیں لیکن شاید ہو جائیں۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱ صفحہ ۱۸-۱۹، ابو عبیدہ بن الجراح، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء)

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ مسلمانوں کو اس خطے سے نکال کر کسی صحت افزا مقام پر لے جاؤ۔ جب بھی کوئی مسلمان سپاہی طاعون سے شہید ہوتا تو حضرت ابوعبیدہؓ رو پڑتے اور اللہ سے شہادت طلب کرتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپؓ یہ دعا پڑھتے کہ اے اللہ! کیا ابوعبیدہ کی

آل کا اس میں یعنی شہادت میں حصہ نہیں۔ ایک دن حضرت ابوعبیدہؓ کی انگلی پر ایک چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوئی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے کہا امید ہے کہ اللہ اس تھوڑے میں برکت ڈالے گا اور جب تھوڑے میں برکت ہو تو وہ بہت ہو جاتا ہے۔

عِرْبَاض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوعبیدہؓ طاعون سے بیمار ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے میرے سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو طاعون سے مرے وہ شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے۔ جو ڈوب کر مرے وہ شہید ہے اور جو چھت کے گرنے سے دب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ کا آخری وقت آیا تو لوگوں سے فرمایا کہ لوگو! مَیں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں اگر قبول کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ نصیحت یہ ہے کہ نماز کو قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ صدقہ دیتے رہنا۔ حج کرنا۔ عمرہ کرنا۔ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تاکید کرنا۔ اپنے امراء سے خیر خواہی کرنا۔ انہیں دھوکا نہ دینا۔ دیکھو تمہیں عورتیں تمہارے فرائض سے غافل نہ کر دیں۔ اگر آدمی ہزار سال بھی زندہ رہے تب بھی ایک دن اسے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے جیسا میں رخصت ہوا چاہتا ہوں۔ اللہ نے بنی آدم کے لیے موت مقدر کر رکھی ہے۔ ہر شخص مرے گا۔ عقلمند وہ ہے جو موت کے لیے تیار رہتا ہے اور اس دن کے لیے تیاری کرتا ہے۔ امیر المومنین کو میرا سلام پہنچا دینا اور عرض کرنا کہ میں نے تمام امانتیں ادا کر دی ہیں۔ پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ مجھے میرے فیصلہ کے مطابق یہیں دفن کر دینا۔ چنانچہ اردن کی زمین میں وادی بَیْسَان میں آپؓ کی قبر ہے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ جَابِیَہ سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے لیے جا رہے تھے تو راستہ میں آپؓ کی وفات کا وقت آ گیا اور دوسری روایت کے مطابق آپؓ کی وفات شام کے علاقہ فِحْل میں ہوئی اور آپؓ کی قبر بَیْسَان مقام کے پاس ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے مرض الموت میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات ہوئی تو حضرت معاذؓ نے لوگوں سے کہا لوگو! آج ہم میں سے وہ شخص جدا ہوا ہے جس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، لوگوں سے محبت کرنے والا اور ان کا خیر خواہ مَیں نے نہیں دیکھا۔ دعا کرو کہ اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

(ماخوذ از روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب جلد 2 صفحہ 31 تا 33)
(سیر اعلام النبلاء جلد ۱ صفحہ ۲۲-۲۳ ابو عبیدہ بن الجراح، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان ۱۹۹۶ء)

حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ نے 18ھ ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر 58 سال تھی۔

(استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۰ء)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو چار ہزار درہم اور چار سو دینار بھجوائے اور اپنے قاصد سے فرمایا کہ دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ قاصد یہ مال لے کر حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پہنچا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے ساری رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ قاصد نے یہ تمام واقعہ حضرت عمرؓ سے بیان کیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام میں ابوعبیدہؓ جیسے پیدا کیے۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ ایک شخص نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ یہ مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اور خواہش کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو یعنی ایسے وہ لوگ ہوں۔

(المستدرك علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ حدیث ۵۰۰۵ کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر مناقب سالم مولی ابی حذیفہ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

پس کیا خوش قسمت ہیں یہ لوگ جو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے تھے اور اگلے جہان میں بھی اس کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔ آج ان کا ذکر ختم ہوا۔

کچھ جنازے پڑھاؤں گا۔ ان کا ذکر یوں ہے۔ ایک ہمارے شہید پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب ابن فضل الدین خٹک صاحب ضلع پشاور ہیں جو پچھلے دنوں میں شہید ہوئے تھے۔ 5/ اکتوبر کو دوپہر ڈیڑھ بجے فائر کر کے ان کو مخالفین نے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ تقریباً ڈیڑھ بجے سپیریئر سائنس کالج جس میں پڑھاتے تھے وہاں سے پڑھانے کے بعد اپنے گھر جا رہے تھے تو دو موٹر سائیکل سوار آئے اور انہوں نے فائرنگ کر کے ان کو موقع پر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ شہید کی عمر 56 سال تھی۔ پچیس سال سے آپ شعبہ تدریس سے وابستہ تھے۔ انہوں نے قائداعظم یونیورسٹی سے ایم فِل کیا تھا اور اس کے بعد سکالرشپ پر چائنہ چلے گئے۔ وہاں مائیکرو انوائرنمینٹل بائیالوجی میں پی ایچ ڈی کی۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج یونیورسٹی میں خدمات سرانجام دیں۔ پشاور یونیورسٹی میں پڑھاتے رہے۔ پی ایچ ڈی کا جو پینل ہوتا ہے لوگوں کے، لڑکوں کے، سٹوڈنٹس کے انٹرویو لینے والا اس کے ممبر تھے۔ پاکستان کے مختلف تعلیمی ادارے ان کو لیکچر کے لیے بلاتے رہتے تھے۔ یہ محکمہ تعلیم سے ہی زیادہ تر منسلک رہے۔

ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا رکن الدین صاحب خٹک کے ذریعے سے ہوا جو ضلع کرک کے تھے اور دادی محترمہ بی بی نور نامہ صاحبہ بھی احمدی ہوئیں۔ ان کے والد کا نام شیر زمان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور قادیان سے واپسی پر حضور علیہ السلام کی طرف سے انہیں ایک کرتہ مبارک بھی تحفے میں ملا تھا۔ یہ تبرک ان کی فیملی میں ابھی تک ہے۔ شہید مرحوم کے والد فضل الدین صاحب محکمہ لائیو سٹاک میں ویٹرنری ڈاکٹر تھے اور ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ معروف شاعر بھی تھے۔ ان کی والدہ محبوبۃ الرحمٰن صاحبہ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم کی تھیں وہیں سے ریٹائرڈ ہوئیں۔ کئی سال ان کی فیملی کو مخالفانہ حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ شہید مرحوم کے سسر بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ صدر جماعت اچینی پایان پشاور 2019ء میں اغوا کیے گئے تھے۔ ان کا تاحال کچھ پتہ نہیں لگا کہ یہ کہاں ہیں۔ بازیابی نہیں ہوئی۔ شہید مرحوم نمایاں خصوصیات کے حامل تھے۔ جماعتی خدمات کے طور پر باوجود اس کے کہ یہ پڑھے لکھے تھے لیکن سیکیورٹی ڈیوٹی دینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ مہمان نوازی ان کا بڑا خاص شیوہ تھا۔ ہمدردی خلق، غریبوں کی امداد، خاندان کے ہر فرد سے ہمدردی کا تعلق، تعلیم کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ احمدی بچوں کو بار بار تعلیم حاصل کرنے کی نصیحت کرتے۔ اپنے بچوں کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ ان کی اہلیہ محترمہ سعدیہ بشریٰ صاحبہ نے بتایا کہ شہید مرحوم شہادت سے ایک ہفتہ قبل ربوہ آ کر جب بہشتی مقبرہ میں گئے تو کہا کہ کاش ہمیں بھی یہاں جگہ ملے لیکن پھر کہنے لگے کہ ہماری قسمت کہاں کہ ہمیں یہاں جگہ ملے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو اس طرح پورا کیا کہ ان کی تدفین ربوہ میں ہوگئی ہے۔ شہید مرحوم کے برادر نسبتی ڈاکٹر منیر احمد خان ہیں جو آج کل طاہر ہارٹ میں کام کرتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ شہید نے ان کو بتایا تھا کہ ایک مخالف پروفیسر ہے جو ان کی اور ان کے بچوں کی تصویریں مخالفین کو دکھاتا ہے اور ان کو ترغیب دے رہا ہے کہ ان کو مار دو۔ ان کے گھر کے باہر بھی مخالفانہ بینر لگائے گئے تھے اور کہتے ہیں کہ وفات سے ایک ہفتہ پہلے یہاں مجھے ملنے آئے تو میں نے کہا ہمارے ساتھ کھانا کھالیں۔ کہنے لگے نہیں کھانا میں لنگر خانے میں کھاؤں گا اور جو مزہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر کے کھانے کا ہے اور جو برکت وہاں سے ملتی ہے وہ کہیں اَور سے نہیں ملتی۔ آئندہ پھر کبھی دیکھیں گے۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ سعدیہ نعیم صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔ ایک بیٹی شادی شدہ ہیں اور باقی دو بیٹیاں پڑھائی کر رہی ہیں۔ ایک بیٹا ان کا انجنیئر ہے اور ایک بیٹا فرسٹ ایئر کا طالب علم ہے۔ کلیم الدین خٹک انجنیئر ہیں اور نور الدین خٹک فرسٹ ایئر کے طالبعلم ہیں۔ ان کے ایک اور رشتہ دار نوید احمد صاحب امیر جماعت پشاور جو جماعتی خدمت کر رہے ہیں وہ بھی ان کے برادر نسبتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب کا ہے۔ جامعہ احمدیہ جرمنی کے طالبعلم تھے۔ گذشتہ دنوں جرمنی میں دریائے رائن میں ڈوب کر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت عزیزم کی عمر بیس سال تھی۔ پاکستان سے چک سکندر گجرات کے رہنے والے تھے۔ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے لواحقین میں والدین کے علاوہ ان کی پانچ بہنیں اور ایک بھائی شامل ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے ددھیال کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے دَور میں آئی تھی

اور ان کے دادا اپنے دو بھائیوں سمیت احمدی ہوئے تھے۔ بعد میں دوسرے تو احمدیت سے پھر گئے لیکن ان کے دادا احمدیت پر قائم رہے۔ننھیال میں احمدیت ان کے پڑنانا حضرت شاہ محمد صاحب اور ان کے والد حضرت لنگر محمد صاحب کے ذریعے آئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے جنہوں نے 1903ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر جہلم میں بیعت کی تھی۔ چک سکندر میں 1989ء میں جماعتی حالات بہت خراب ہو گئے تھے۔ احمدیوں کے خلاف بہت جلوس نکالے گئے تو عزیزم کے والدین کو بھی بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔عزیزم کی والدہ کو زدوکوب بھی کیا گیا۔ ان کے والد صادق صاحب پر جھوٹا مقدمہ بنایا گیا جو سات سال تک چلتا رہا۔ بہرحال پھر یہ جرمنی آ گئے۔ ابتدائی تعلیم تو اس نے وہیں سے حاصل کی تھی۔ یہاں آ کے پھر عزیز نے جامعہ میں داخلہ لیا اور جامعہ احمدیہ کا تیسرا سال حال ہی میں مکمل کیا تھا لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ اس کو اپنے پاس بلا لیا۔

ان کے والد کا کہنا ہے کہ مَیں مرحوم کی جتنی بھی تعریف کروں تھوڑی ہے کیونکہ اس نے تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیے۔ وہ ایک طالبعلم ہوتے ہوئے بہت ہی ہونہار بچہ تھا۔ اس کا زیادہ وقت پڑھائی میں گزرتا۔کورونا کی وجہ سے اس نے چھ ماہ گھر پر گزارے تھے۔ نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ رمضان میں روزے بھی سارے رکھے بلکہ وہی نماز کی امامت کراتا اور نماز تراویح بھی باجماعت پڑھاتا تھا۔ چھٹیوں کے بعد جامعہ جانے کی تیاری کر رہا تھا مگر اللہ کو پیارا ہوگیا۔ ان کی والدہ کہتی ہیں: بے پناہ خوبیوں کا مالک تھا اور بڑی ذمے داری سے ہر کام کرتا تھا اور یہ بھی کہ جلد مکمل ہو جائے۔ بڑی سادہ طبیعت تھی۔ بہت کم گو تھا۔ضرورت کے وقت بات کرتا۔ والدین کا انتہائی فرمانبردار، مضبوط ارادہ رکھنے والا، طبیعت سنجیدہ لیکن دُور اندیش۔مختلف زبانوں پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا اور اس کے لیے عربی، فارسی اور انگلش اور جرمن پر خاص طور پر توجہ دیتا تھا۔ جرمنی کے نیشنل سیکرٹری تبلیغ فرید صاحب لکھتے ہیں کہ اسامہ کئی خوبیوں کا مالک تھا۔ ان میں ایک خوبی شوق سے تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بھی تھی۔ اپنی وفات سے دو روز قبل بھی مسلسل تین دن فلائر کی تقسیم کے لیے مشرقی جرمنی گیا تھا۔ جب بھی فلائر تقسیم کرنے کا پوچھا گیا تو کبھی انکار نہیں کیا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جامعہ جرمنی سے فارغ التحصیل مربی صہیب ناصر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سے چار سال جونیئر تھا لیکن عبادت میں وہ میرے لیے نمونہ تھا۔مسجد میں نماز کے لیے اکثر پہلی صف میں دیکھا۔مسجد میں نماز سے پہلے آ کر نوافل ادا کیا کرتا۔ نماز کے بعد اکثر ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا۔ ان طلبہ میں شامل تھا جو سب سے پہلے مسجد آتے اور سب سے آخر پر مسجد سے نکلتے۔ اسی طرح جمعے کی نماز میں بھی پہلی صف میں بیٹھتا۔ جامعہ کی پڑھائی میں بڑا سنجیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ اس کے والدین کو اور بہن بھائیوں کو صبر عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ سلیم احمد ملک صاحب کا ہے جو یہاں پہلے تو حکومت میں یا تعلیمی اداروں میں شعبہ تعلیم سے منسلک رہے۔ اس کے بعد، ریٹائرمنٹ کے بعد جب جامعہ شروع ہوا تو جامعہ کے استاد بھی رہے۔ 87سال کی عمر میں 24/ستمبر کو ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ان کے دادا حضرت ملک نور الدین صاحب اور والد حضرت ملک عزیز احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد صاحب کا ایک واقعہ ان کی والدہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ملک صاحب کے گھر والے افراد میں سے، ان کے ددھیال میں سے ایک بار بہت سے افراد کسی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئے تو اُن کی والدہ نے یعنی اِن کی دادی نے شاید حکیم مولانا نور الدین صاحب کو بچے کی حالت بتائی۔مولوی صاحب فوراً ان کو دیکھنے کے لیے ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ بچے کے بچنے کا بہت کم امکان ہے۔صرف دعا ہی بچا سکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست دعا بھی کی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر ہی مل گئے۔ وہیں درخواست کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی جا کر بچے کو دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کے گھر تشریف لے گئے اور گھر آ کر بچے کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ یہ بچہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور اقدسؑ کی دعا کا ہی معجزہ تھا کہ بچہ ٹھیک ہوگیا اور پھر مرحوم کے والد ستّر سال تک زندہ رہے۔

سلیم ملک صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں مقیم ہو گئے۔ وہیں کالج میں تعلیم حاصل کی، پھر کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں سائنس کے مضامین میں تعلیم حاصل کی۔ 1960ء میں یوکے آ گئے۔ یہاں ریڈنگ یونیورسٹی میں کئی سال تک جیولوجیکل کیمسٹری میں پروفیسر رہے۔ ابتدا سے ہی مرحوم کو یوکے جماعت میں مختلف شعبوں میں کام کی توفیق ملی۔نیشنل سیکرٹری تعلیم و تربیت مقرر ہوئے۔ لمبا عرصہ تک سیکرٹری امور خارجہ رہے۔ جماعت کے انٹرنیشنل ریلیشنز کے شعبے میں بہت کام کیا۔ احمدیوں کے حالات کا جائزہ لینے والی ہیومن رائٹس کمیٹی کے ساتھ دو مرتبہ پاکستان جا کر رپورٹ تیار کرنے کی توفیق پائی۔ بہت بڑا انٹرنیشنل ایکسپو (expo) ہر سال دنیا کے مختلف ممالک میں لگایا جاتا ہے ملک صاحب مرحوم کو 1992ء میں یوکے اور سپین میں جماعت کا سٹال لگانے اور ان کو آرگنائز کرنے کا موقع ملا۔ 1997ء میں جامعہ احمدیہ کے قیام کے بارے میں جو کمیٹی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قائم فرمائی تھی اس میں آپؒ نے سلیم ملک صاحب کو بھی شامل فرمایا۔ اسی طرح جامعہ احمدیہ یوکے کے آغاز سے قبل قائم کی جانے والی متعدد کمیٹیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ یوکے کے آغاز پر آپ کو چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ یہ ذمے داری 13/نومبر 2005ء تک سرانجام دیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ کے طلباء کو انگریزی اور تاریخ پڑھانے کی توفیق ملی جو وفات تک جاری رہی۔ جب اسلام آباد خریدا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر آپ کو وہاں باقاعدہ لائبریری بنانے کی توفیق ملی۔مرحوم انتہائی دیندار، نماز و روزہ کے پابند، لوگوں کے ساتھ انتہائی پیار محبت کرنے والے، خوش گفتار، داعی الی اللہ، مہمان نواز، خلافت سے انتہائی محبت کرنے والے، اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور کثیر تعداد میں نواسے نواسیاں شامل ہیں۔

ان کے بھانجے میاں عبدالوہاب کہتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ جب وہ 1960ء میں لندن آئے تو اس وقت ان کے والد ملک عزیز احمد صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی۔ وہ بیمار تھے لیکن انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور وہ نصیحتیں یہ تھیں۔نمبر ایک یہ کہ جماعت سے تعلق کو کبھی نہ چھوڑنا۔ ولایت جا رہے ہو یہ نہ سمجھنا کہ وہاں کی رنگینیوں میں گم ہو جاؤ۔نمبر دو: چندہ ہمیشہ وقت پر پوری شرح سے ادا کرنا۔ یہ بھی اصلاحِ نفس کے لیے ضروری ہے۔نمبر تین: کوئی بھی جب مدد مانگے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہے اس سے جتنی بھی تنگی آئے۔ چنانچہ کہتے ہیں مَیں نے والدین کی نصیحتوں پر ہمیشہ عمل کیا۔ ان کے بھانجے لکھتے ہیں کہ یہ انہوں نے تو نہیں بتایا لیکن بعد میں میرے علم میں آیا کہ ایک دفعہ ان کے کسی عزیز کو بڑی رقم کی ضرورت تھی تو اپنا مکان بیچ کر اس کی ضرورت پوری کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر نوازا اور اس سے بڑا مکان ان کو مل گیا۔علمی لحاظ سے بہت علمی آدمی تھے۔ میں بھی شروع میں جب ملا ہوں تو میرا نہیں خیال تھا، میری ان سے واقفیت نہیں تھی تو میں سمجھتا تھا کہ بس ایک عام احمدی ہیں اور انگریزی پڑھا لیتے ہیں۔ ان کی انگریزی زبان اچھی ہو گی لیکن بعد میں پتہ لگا کہ یہ اخلاص و وفا میں بھی بہت بڑھے ہوئے تھے اور ہر وقت جماعتی خدمت کے لیے تیار رہنے والے تھے۔ خلافت سے ان کو نمایاں تعلق اور عقیدت تھی۔علمی لحاظ سے چلتے پھرتے انسائیکلو پیڈیا تھے۔ ہر موضوع پر خاص طور پر تاریخ پر ان کو عبور تھا۔ اس کے علاوہ لٹریچر انگلش میں ہو یا اردو میں اس سے بھی ان کو بہت شغف تھا لیکن اپنے علم کی خود نمائی کبھی نہیں کرتے تھے۔ دوسروں کو دینی اور دنیاوی علم کے بڑھانے کی ترغیب بھی دیتے رہتے تھے۔ اور سیاسی اور علمی اور پاکستانی کمیونٹی میں بھی ان کے وسیع تعلقات تھے اور ان تعلقات کو بھی ہمیشہ انہوں نے جماعتی مفاد کے لیے استعمال کیا۔ جب مرحوم سیکرٹری امورِ خارجہ تھے تو انہوں نے لارڈ ایوبری (Ave bury) کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کیا۔ انہی کے ذریعہ سے ہمارا، جماعت کا لارڈ ایوبری سے تعلق ہوا تھا اور میرا پارلیمنٹ ہاؤس کا جو پہلا وزٹ تھا اس میں بھی ملک صاحب کا نمایاں کردار تھا۔

مروان سرور گل مربی سلسلہ ارجنٹائن کہتے ہیں کہ ان کی علمی شخصیت کی وجہ سے جامعہ کے سب سٹوڈنٹس کو اور مجھے بھی ان کا ایک خاص احترام تھا لیکن جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد ذاتی نوعیت کا ایک تعلق انہوں نے قائم کیا اور جب میری ارجنٹائن میں تقرری ہوئی تو اس پر بہت خوشی ہوئی اور مجھے کہتے تھے کہ تم پائنیئر مبلغ ہو اس لیے بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے اور کہا کہ جماعت کا نام روشن کرنا اور تبلیغ صحیح طرح کرنا اور خاص طور پر وہاں کی زبان سیکھو اور زبان اس معیار کی لے جاؤ کہ اخباروں میں تمہارے آرٹیکل چھپیں۔علمی لحاظ سے ان کو یہ بہت شوق تھا۔ اسی طرح اپنے طلبہ کی دعوت اپنے گھر میں

کرتے تھے تو اس کے بعد اپنی لائبریری میں لے جاتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری بھی تھی۔ کئی طلبہ نے مجھے لکھا ہے اور مربیان نے بھی لکھا۔ پھر کہتے تھے اچھا میرے گھر آ کے تمہارے لیے یہ تحفہ ہے کہ تم اس لائبریری میں سے اپنی پسند کی کوئی ایک کتاب لے جاؤ۔ وہی تمہارے لیے تحفہ ہے اور ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ جامعہ احمدیہ ایک غیر معمولی ادارہ ہے جس سے خلیفۃ المسیح کو بہت توقعات ہیں۔ اس لیے اس ادارے سے وابستہ واقفینِ زندگی کو غیر معمولی علمی معیار حاصل کرنا چاہیے۔ پھر مروان صاحب لکھتے ہیں کہ ارجنٹائن روانگی سے قبل خاص طور پر نصیحت فرمائی کہ زبان پہ ایسا عبور حاصل کرنا کہ جیسا کہ پہلے مَیں نے بیان کیا ہے کہ سپینش زبان میں تمہارے مضامین چھپیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بھی مجھے کہا کہ مجھے خط لکھتے رہا کرنا۔ کبھی میرے سے سستی ہو جاتی تو پھر خود ہی رابطہ کرتے اور مجھے خط لکھنے کا کہتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو، ان کے بچوں کو، ان کی نسلوں کو بھی اسی طرح وفا کے ساتھ خلافت اور جماعت سے تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد ان کے جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

رہے ہیں۔ اور آج اللہ کے فضل سے یہ تعداد کہیں کی کہیں پہنچی ہوئی ہے) اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیرو ان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص اور صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذو نادر میں داخل ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی مَیں ہمیشہ ان کو اَور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوتا ہوں“۔

(سیرت المہدی۔حصہ اوّل صفحہ 165 ایڈیشن دوم مطبوعہ 1935ء)

(خطبۂ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 2005ء)

تاثرات / آراء

مکرم ایڈیٹر صاحب

اخبار الفضل آئن لائن روزانہ صبح نئے علوم اور نکات لے کر آتا ہے۔ ایک ایک سطر اور فقرہ پڑھ کر جہاں مزہ آتا ہے وہاں اپنی علمی پیاس بجھاتی ہوں۔ ہفتہ اور بُدھ کو اداریہ ایک نیا رنگ لئے ہوئے ہوتا ہے۔ آج مورخہ 23 ستمبر کا اداریہ بعنوان ”خیر الجلیس فی الزمان کتاب“ پڑھنا شروع کیا۔ جب مزہ آنے لگا تو آخر میں لکھا تھا کہ باقی آئندہ۔جس سے مزہ کرکرہ ہوگیا۔ یہ بڑی زیادتی ہے۔ اکٹھا ہی ہوتا تو اچھا تھا۔ تاہم اب تینوں اقساط پڑھ کر تسلی ہوئی۔ ماشاء اللہ

کتاب بینی کے حوالے سے گلزار کی ایک نظم کے چند اشعار یاد آ گئے۔ آج کل کتاب بینی ختم ہوتی جارہی ہے۔ اس طرف خصوصی توجہ دینے اور دلانے کی ضرورت ہے۔

شاعر کہتا ہے:

کتابیں جھانکتی ہیں بند الماری کے شیشوں سے
بڑی حسرت سے تکتی ہیں
مہینوں اب ملاقاتیں نہیں ہوتیں
جو شامیں ان کی صحبت میں کٹا کرتی تھیں، اب اکثر
گزر جاتی ہیں کمپیوٹر کے پردوں پر
بڑی بے چین رہتی ہیں کتابیں
انہیں اب نیند میں چلنے کی عادت ہوگئی ہے
بڑی حسرت سے تکتی ہیں
جو قدریں وہ سناتی تھیں
کہ جن کے سیل کبھی مرتے نہیں تھے
وہ قدریں اب نظر آتی نہیں گھر میں
جو رشتے وہ سناتی تھیں
وہ سارے ادھڑے ادھڑے ہیں
کوئی صفحہ پلٹتا ہوں تو اک سسکی نکلتی ہے
کئی لفظوں کے معنی گر پڑے ہیں
بنا پتوں کے سوکھے ٹنڈ لگتے ہیں وہ سب الفاظ
جن پر اب کوئی معنی نہیں اگتے
بہت سی اصطلاحیں ہیں
جو مٹی کے سکوروں کی طرح بکھری پڑی ہیں
گلاسوں نے انہیں متروک کر ڈالا
زباں پر ذائقہ آتا تھا جو صفحے پلٹنے کا
اب انگلی کلک کرنے سے بس اک
جھپکی گزرتی ہے
بہت کچھ تہہ بہ تہہ کھلتا چلا جاتا ہے پردے پر
کتابوں سے جو ذاتی رابطہ تھا کٹ گیا ہے
کبھی سینے پہ رکھ کے لیٹ جاتے تھے
کبھی گودی میں لیتے تھے
کبھی گھٹنوں کو اپنے رحل کی صورت بنا کر
نیم سجدے میں پڑھا کرتے تھے چھوتے تھے جبیں سے
وہ سارا علم تو ملتا رہے گا آئندہ بھی
مگر وہ جو کتابوں میں ملا کرتے تھے سوکھے پھول اور
مہکے ہوئے رقعے
کتابیں مانگنے گرنے اٹھانے کے بہانے رشتے بنتے تھے
ان کا کیا ہوگا
وہ شاید اب نہیں ہوں گے!

(فوزیہ درثمین سلمان۔ پاکستان)

سانحہ ارتحال

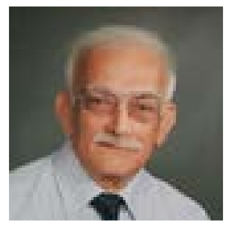

مکرم عبدالعلیم صاحب ٹورنٹو کینیڈا سے اطلاع بھجواتے ہیں کہ:

مکرم چوہدری عبدالحفیظ صاحب، حلقہ سکاربورو نارتھ، کینیڈا، مورخہ 9 /جون 2020 کو 78 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

10/ جون 2020ء کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں سوا ایک بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ اگلے روز 11/ جون کو بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان، کینیڈا میں گیارہ بجے صبح تدفین ہوئی اور مربی سلسلہ مکرم انصر رضا صاحب نے دعا کروائی۔

مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار، مہمان نواز، ہمدرد اور دعا گو تھے۔خلافت سے اخلاص اور محبت کا تعلق تھا۔سمن آباد لاہور میں بیس سال سے زائد بطور آڈیٹر ،جماعت کی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔مرحوم کا تعلق شعبہ بینکاری سے تھا۔آپ بطور اسسٹنٹ وائس پریذیڈینٹ ، نیشنل بنک آف پاکستان سے سبکدوش ہوئے۔ معاملہ فہم تھے،لوگوں کے مسئلے مسائل حل کرنے، روزگار فراہم کرنے میں مدد کرتے۔ بذلہ سنج، علم دوست اور مطالعہ کے شوقین تھے۔

آپ کے پس ماندگان میں اہلیہ محترمہ امتہ الباسط صاحبہ (سابق نگران قیادت لجنہ اماء اللہ، بیت التوحید، لاہور- حال مقیم سکاربرو نارتھ)، دو بیٹے محترم عبداللطیف صاحب (زعیم انصاراللہ، Kaiserslautern، جرمنی)اور محترم عبدالعلیم صاحب ، (سیکریٹری اشاعت ٹورنٹو ریجن وسابق ایڈیٹر /کمپوزر جریدہ نحن انصاراللہ-کینیڈا، مقیم سکاربرو نارتھ)، ایک بیٹی محترمہ تسنیم کوثر صاحبہ (مقیم سکاربرو نارتھ) اور ایک ہمشیرہ محترمہ رشیدہ خالق صاحبہ (اہلیہ مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالخالق صاحب - سابق صدر جماعت Minnesota , امریکہ)یادگار چھوڑی ہیں۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ،مغفرت سے نوازے اور جنت الفردوس عطا کرے۔ آمین۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے لئے دعا اور تعلق باللہ میں بڑھنے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 2 اکتوبر 2020ء میں فرمایا:

’’پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی آجکل بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومت کے اہلکاروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہاں پھر مخالفت کی شدید لہر آئی ہوئی ہے قانون کے محافظ نہ صرف یہ کہ انصاف کو نہیں جانتے بلکہ اس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور جو مولوی کہتا ہے اس کے پیچھے چل رہے ہیں شاید اپنی جان بچانے کے لئے میرا خیال ہے کہ سیاسی استحکام شاید ان کو اسی طرح مل جائے لیکن یہ ان کی بھول ہے یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہی چیز ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گی ہم تو پہلے بھی ان تکلیفوں سے گزرتے رہے ہیں۔ اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی مدد سے گزر جائیں گے لیکن ان کی یہ حرکتیں اگر یہ باز نہ آئے تو ان کی تباہی یقینی ہے۔ پس احمدی آجکل بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ مشکلات دور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھیں خاص طور پر پاکستان میں رہنے والے احمدی، باہر رہنے والے احمدی بھی جو پاکستان سے آئے ہوئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جلد آئے اور ان مشکلات سے وہاں کے رہنے والے احمدی چھٹکارا پا سکیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 2 اکتوبر 2020ء)

سانحہ ارتحال

کشتی رانی (رونگ) کے انٹرنیشنل کھلاڑی اور کوچ مکرم احمد حسن ابن چوہدری محمد اسحاق جوہر ٹاؤن لاہور مورخہ 2 اکتوبر 2020 بعمر 55 سال انتقال کر گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ اگلے روز صبح 9:30 بجے دارالضیافت میں آپ کی نماز جنازہ محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ پاکستان نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں قبر تیار ہونے پر آپ ہی نے دُعا کروائی۔

آپ ایک مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ آپ کو انصار اللہ ضلع وعلاقہ لاہور کی عاملہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ علاقائی عاملہ میں ناظم ایثار اور ناظم ذہانت وصحت جسمانی جبکہ ضلعی عاملہ میں نائب ناظم اعلیٰ صف دوم رہے۔ آل پاکستان اسپورٹس ریلی انصار اللہ پاکستان میں گزشتہ کئی سالوں سے علاقہ لاہور کی نمائندگی میں بیڈمنٹن ٹیم حصہ رہے اور اللہ کے فضل سے اوّل دوم پوزیشن بھی حاصل کرتے رہے۔ دوران کھیل آپ اعلیٰ اسپورٹس مین اسپرٹ کا مظاہرہ کرتے اور انتہائی دوستانہ رویّہ اور عاجزی اختیار رکھتے تھے اور آپ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔ آپ رونگ کلب پاکستان کے سیکرٹری بھی رہے۔ آپ نے فزیکل ایجوکیشن اور پنجابی میں ایم اے بھی کیا ہوا تھا اور فیڈرل بورڈ آف ریونیو میں ایکسائز انسپکٹر کے طور پر تعینات تھے۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اعلانِ نکاح

مکرم ناصر احمد خان صاحب جماعت ویسٹن از لنگٹن ٹورنٹو کینیڈا تحریر کرتے ہیں کہ خاکسار کے بیٹے عزیزم عمر خان صاحب کا نکاح ہمراہ دانیہ احمد سیدہ صاحبہ بنت مکرم سید عامر مقبول صاحب آف احمدیہ ابوڈ آف پیس ٹورنٹو کے ساتھ دس ہزار کینیڈین ڈالرز حق مہر پر مکرم غلام مصباح بلوچ مربی سلسلہ نے مورخہ 2/اکتوبر 2020ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ نماز سنٹر ویسٹن نارتھ ویسٹ میں پڑھا۔

عزیزم عمر خان صاحب حضرت محمد حسین خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وفات: 10/جنوری 1959ء) کے پڑپوتے اور عزیزہ دانیہ احمد سیدہ صاحبہ حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ عنہ آف ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ بعدہٗ دار الرحمت غربی ربوہ (وفات:14/اگست 1963ء) کی پڑپوتی ہیں۔ احباب جماعت سے اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لیے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

سانحہ ارتحال

مکرم طاہر احمد جمالی مربی سلسلہ اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار کے والد مکرم حافظ خدا بخش صاحب ولد لال دین (مرحوم) بقضائے الٰہی مورخہ 10 ستمبر 2020 کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور بوقت وفات صدر جماعت احمدیہ گھسیٹ پورہ ضلع فیصل آباد کے عہدہ پر خدمات کی توفیق مل رہی تھی۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ 1969ء میں نظارت اصلاح وارشاد کے تحت مقامی جماعت میں قرآن کریم حفظ کیا۔ مقامی جماعتوں کے تحت حفظ قرآن کی کلاسوں میں پاکستان بھر میں سب سے پہلے انہیں قرآن کریم حفظ کرنے کا شرف حاصل ہے جس کا اعلان الفضل 22 اگست 1969ء میں نظارت اصلاح و ارشاد کی طرف سے کیا گیا۔

خاکسار کے والد نماز باجماعت کے پابند تھے۔ بہت ملنسار، غریب پرور، نمازوں کے پابند تھے۔ مہمان نواز تھے۔ ضرورت مندوں کا خیال رکھنے والے تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش تھے۔ خلافت سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔

مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے اور ان کی نیک سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعلانِ ولادت

مکرم طاہر احمد جمالی مربی سلسلہ اعلان بھجواتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خاکسار کو شادی کے نو سال بعد مورخہ 17 ستمبر 2020 کو پہلے بیٹے سے نوازا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچے کا نام شاذب احمد تجویز فرمایا۔ بچہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ بچہ مکرم حافظ خدابخش صاحب آف گھسیٹ پورہ ضلع فیصل آباد کا پوتا اور زاہد مسعود احمد صاحب آف فیصل آباد کا نواسہ ہے۔ قارئین روزنامہ الفضل سے بچے کے نیک، صالح اور خادم دین ہونے اور صحت و تندرستی والی درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تاثرات / آراء

آن لائن الفضل کے مختلف مضامین اور سب سے بڑھ کر حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ارشادات ہمارے لئے بہت بڑے اثاثے کا درجہ رکھتے ہیں ان سے روحانی زندگی سنور سکتی ہے اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے آمین۔ آج کل کے اس دور میں اطفال اور خدام کی تربیت پر توجہ دینا اشد ضروری ہے اس میں بہت کمی ہو گئی ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے اور اس طرف نظر آتی کمی کو دور کرنے اشد ضرورت ہے۔ آئندہ آنے والی نسل کے لئے ایسا کرنا بہت اہم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے آمین۔ بدظنی سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر عجیب احسانات ہیں ۔ ہمارے پیارے امام کے ارشادات ہمارے لئے ہر جہت میں مشعل راہ ہیں اور خدا تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق دے آمین

نیز پیارے حضور کو اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔

طالب دُعا: اے آر بھٹی

02 نومبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	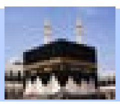	05:06	17:44
مدینہ منورہ	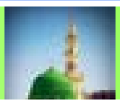	05:10	17:41
قادیان	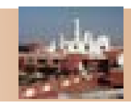	05:23	17:38
ربوہ		05:03	17:18
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:29	16:34